AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
AL-HAYAT Research Journal
HJRS HEC Journal Recognition System
Volume 3 Issue 4 (July-Sep 2026)
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759

طوفانِ نوح: جدید سائنسی تحقیقات کا قرآنی تناظر میں تنقیدی جائزہ

The Flood of Noah: A Critical Analysis of Modern Scientific Research from a Qur'anic Perspective

Dr. Anwar Ul Haq
Assistant Professor, Department of Islamic Thought & Culture, NUML, Karachi, Campus, anwar.ulhaq@numl.edu.pk

Dr. Shams Ul Haq
Assistant Professor, Department of Islamic Thought & Culture, NUML, Karachi, Campus, shams.ulhaq@numl.edu.pk

Abstract

The flood of Noah is one of the important historical events mentioned in the Holy Quran. Prophet Noah (peace be upon him) called his people to monotheism, piety and obedience to God, but the people continued to deny, associate others with God, rebel and disobey. Ultimately, as a result of their disobedience, Allah Almighty sent down punishment in the form of a flood, in which the infidels drowned, while Prophet Noah (peace be upon him) and the believers were saved by the ark. The Holy Quran does not present the flood event as a mere natural disaster, but rather considers it a punishment decreed by Allah Almighty and the result of people's disobedience. Various modern scientific theories in this regard include the theory of a global flood, the theory of a regional flood, the theory of a great flood in the Black Sea, the theory of floods that occurred after the end of the ice age, and the flood layer discovered in ancient Mesopotamia. The research also shows that modern science and the Quran discuss two different types of questions regarding the flood. The Holy Quran explains the moral, religious and divine reasons for this event. Modern science attributes this flood to material or earthly causes.

Keywords: Noah's Flood, Holy Qur'an, Scientific Research, Geological Evidence, Mesopotamia

انسانی تاریخ میں بعض ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جنہوں نے نہ صرف تہذیبوں کی تشکیل و تباہی پر گہرے اثرات مرتب کیے بلکہ مذہبی، تاریخی اور سائنسی حلقوں میں بھی مسلسل تحقیق و جستجو کو جنم دیا۔ ان اہم واقعات میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم پر آنے والا عظیم طوفان نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ قرآن مجید اس واقعے کو محض ایک تاریخی سانحہ کے طور پر بیان نہیں کرتا بلکہ اسے سنتِ الٰہی، عدلِ الٰہی، دعوتِ انبیاء، انسانی ذمہ داری اور انجامِ کفر و سرکشی کی ایک روشن مثال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یوں یہ عنوان صرف اسلامی مصادر تک محدود نہیں بلکہ یہودی اور عیسائی مذہبی متون، بالخصوص تورات، نیز قدیم میسوپوٹیمی تہذیب کی روایات میں بھی مختلف صورتوں میں مذکور ہے۔ اسی وجہ سے یہ واقعہ صدیوں سے مؤرخین، مفسرین، ماہرینِ آثارِ قدیمہ، ارضیات دانوں اور موسمیاتی سائنس کے محققین کی توجہ کا مرکز رہا ہے۔ جدید سائنسی علوم کی ترقی کے بعد اس واقعے کی تاریخی حیثیت اور طبعی اسباب کو سمجھنے کے لیے مختلف نظریات پیش کیے گئے، جن میں عالمی سیلاب (Global Flood Theory)، علاقائی سیلاب (Regional Flood Theory)، بحیرۂ اسود کے عظیم سیلاب کا نظریہ (Black Sea Flood Theory)، برفانی دور کے اختتام کے بعد سمندری سطح میں اضافہ، اور قدیم میسوپوٹیمیا میں آنے والے تباہ کن سیلابوں کے شواہد قابلِ ذکر ہیں۔

قرآن مجید طوفانِ نوح کو ایک حقیقی تاریخی واقعہ قرار دیتا ہے، لیکن اس کی تمام جزئیات کو محض مادی قوانین کے ذریعے سمجھنا ضروری نہیں، کیونکہ وحی الٰہی غیب اور معجزات کے ایسے پہلوؤں کو بھی بیان کرتی ہے جو تجرباتی سائنس کے دائرۂ کار سے ماوراء ہوتے ہیں۔ دوسری طرف اسلام عقل، مشاہدہ اور تحقیق کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے، لہٰذا سائنسی تحقیقات سے استفادہ کرتے ہوئے قرآنی بیانات کا مطالعہ کرنا ایک مثبت علمی رویہ تو ہو سکتا ہے، بشرطیکہ سائنسی مفروضات کو قطعی حقیقت اور وحیِ الٰہی کا متبادل نہ سمجھا جائے۔ یہی متوازن طرزِ فکر مذہبی نصوص اور جدید سائنسی تحقیق کے درمیان صحت مند علمی مکالمے کی بنیاد فراہم کرتا ہے۔

1) قومِ نوح علیہ السلام: تاریخی، قرآنی اور تمدنی تعارف

حضرت نوح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں جنہیں انسانیت کی اصلاح، توحید کی دعوت اور شرک و بت پرستی کے خاتمے کے لیے مبعوث کیا گیا۔ قرآن مجید میں

CC BY

آپؑ کا تذکرہ متعدد مقامات پر آیا ہے اور ایک مستقل سورت آپؑ کے نام سے موسوم ہے۔ حدیث کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام کے بعد ان اولین رسولوں میں سے ہیں جنہیں ایک گمراہ قوم کی طرف باقاعدہ شریعت اور دعوت کے ساتھ بھیجا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى الْأَرْضِ، (1)

"نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں جنہیں اہلِ زمین کی طرف بھیجا گیا۔"

2) قومِ نوح کا تاریخی پس منظر

قرآن مجید نے حضرت نوح علیہ السلام کو اس وقت مبعوث کیا گیا جب انسانی معاشرہ توحید سے انحراف کر کے شرک، بت پرستی اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہو چکا تھا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد کئی نسلوں تک لوگ توحید پر قائم رہے، لیکن رفتہ رفتہ نیک لوگوں کی عقیدت میں ان کے مجسمے بنائے گئے، جو بعد میں عبادت کا ذریعہ بن گئے۔ قرآن مجید میں ان بتوں کے نام یوں مذکور ہیں:

وَقَالُوا لَا تَذَرُنَّ آلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَلَا سُوَاعًا وَلَا يَغُوثَ وَيَعُوقَ وَنَسْرًا(2)

"اور انہوں نے کہا: ہرگز اپنے معبودوں کو نہ چھوڑنا اور نہ ود، سواع، یغوث، یعوق اور نسر کو ترک کرنا۔"

طبری کے مطابق: «فيما ذُكِر عن آلهةِ القومِ الذين كانوا يَعْبُدونها،، كانوا قومًا صالحين من بنى آدمَ، (3)

یہ سب نیک اور صالح افراد تھے جن کے انتقال کے بعد ان کی یادگار کے طور پر مجسمے بنائے گئے، لیکن بعد کی نسلوں نے انہیں معبود بنا لیا۔

3) جغرافیائی و محلِ وقوع

قرآن مجید نے قومِ نوح کے مقام کی صریح تعیین نہیں کی، تاہم اسلامی مورخین اور ماہرینِ آثارِ قدیمہ کی ایک بڑی تعداد کا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ یہ قوم قدیم **میسوپوٹیمیا (Mesopotamia)**،(4) یعنی موجودہ عراق کے شمالی اور وسطی علاقوں میں آباد تھی۔ بعض محققین موصل، وادیٔ دجلہ و فرات اور اس کے نواحی علاقوں کو حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کا مرکز قرار دیتے ہیں۔ اسی خطے سے قدیم سومیری، اکدی اور بابلی تہذیبوں کے سیلابی آثار اور تاریخی روایات بھی دریافت ہوئی ہیں، جن کی بنا پر جدید سائنسی تحقیقات میں طوفانِ نوح کے تناظر میں اس علاقے کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ تاہم قرآن مجید کسی مخصوص مقام کا ذکر نہیں کرتا، اس لیے کسی ایک مقام کو قطعی قرار دینا علمی احتیاط کے خلاف ہوگا۔(5)

4) قومِ نوح کی معاشرتی اور تمدنی کیفیت

قومِ نوح ایک منظم اور ترقی یافتہ معاشرہ تھا، جس میں سماجی طبقات، سردار، مذہبی پیشوا اور عام عوام موجود تھے۔ اس قوم میں اقتصادی خوش حالی کے آثار بھی پائے جاتے تھے، لیکن اس کے ساتھ تکبر، ظلم، طبقاتی امتیاز اور مذہبی گمراہی بھی عام ہو چکی تھی۔ قوم کے بااثر افراد اپنے اقتدار اور مفادات کے تحفظ کے لیے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت کی مخالفت کرتے تھے۔ قرآن مجید ان کے رویے کو یوں بیان کرتا ہے:

فَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَى لَكُمْ عَلَيْنَا (6)

"پس ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا: ہم تو تمہیں اپنے ہی جیسا ایک انسان دیکھتے ہیں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی صرف ہمارے کم درجے کے لوگ کرتے ہیں۔"

یہ آیت اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ اس معاشرے میں طبقاتی تفاخر اس قدر غالب تھا کہ اشرافیہ حق کو قبول کرنے کے بجائے اسے سماجی حیثیت کے پیمانے پر پرکھتی تھی۔

5) دینی و اخلاقی انحطاط

قومِ نوح کی سب سے نمایاں خرابی شرک اور بت پرستی تھی، لیکن قرآن مجید نے اس کے ساتھ ان کے اخلاقی انحطاط، ضد، تکبر اور حق سے اعراض کو بھی ان کی تباہی کا بنیادی سبب قرار دیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اخلاص کے ساتھ توحید، استغفار، تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کی دعوت دی۔ آپؑ نے فرمایا:

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ(7)

"اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، میں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

لیکن قوم نے اس دعوت کو قبول کرنے کے بجائے مسلسل تمسخر، انکار اور مخالفت کا راستہ اختیار کیا۔ قرآن مجید کے مطابق وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دیتے، اپنے کپڑوں سے چہرے ڈھانپ لیتے اور تکبر میں مبتلا رہتے تھے (سورۃ نوح:7)۔ یہ رویہ صرف اعتقادی انکار نہیں بلکہ شعوری ہٹ دھرمی اور اخلاقی انحراف کی علامت تھا۔

6) حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے تقریباً **نو سو پچاس (950) سال** تک اپنی قوم کو مسلسل دعوت دی:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَى قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ(8)

"اور یقیناً ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، پس وہ ان میں ایک ہزار برس میں سے پچاس برس کم رہے۔"

اس طویل عرصے میں آپؑ نے ہر ممکن دعوتی اسلوب اختیار کیا۔ کبھی علانیہ تبلیغ کی، کبھی خفیہ، کبھی انفرادی ملاقاتیں کیں اور کبھی اجتماعی اجتماعات سے خطاب فرمایا۔ آپؑ نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں، بارش، رزق، اولاد اور زمین کی آبادکاری کو اللہ کی قدرت کی نشانیاں قرار دے کر قوم کو ایمان کی دعوت دی (سورۃ نوح: 10–20)۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کی دعوت محض مذہبی عقائد

CC BY

تک محدود نہیں تھی بلکہ اس میں کائنات پر غور و فکر، اخلاقی اصلاح اور معاشرتی فلاح بھی شامل تھی۔

7) تاریخی اور سائنسی تحقیق میں قوم نوح کی حیثیت

قوم نوح کا واقعہ مذہبی، تاریخی اور سائنسی مطالعات میں منفرد اہمیت رکھتا ہے۔ دنیا کی متعدد قدیم تہذیبوں، خصوصاً سومیری، اکدی اور بابلی روایات میں عظیم سیلاب کا ذکر ملتا ہے، جس کی بنا پر ماہرینِ آثارِ قدیمہ اور ارضیات نے اس موضوع پر متعدد تحقیقات کی ہیں۔ محققین ان روایات کو حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان سے مربوط کرتے ہیں، جبکہ دیگر انہیں مختلف ادوار میں آنے والے علاقائی سیلابوں کی یادگار قرار دیتے ہیں۔ اس اختلاف کے باوجود یہ حقیقت مسلم ہے کہ قدیم مشرقِ قریب میں بڑے پیمانے پر سیلابی واقعات رونما ہوئے، جنہوں نے انسانی تہذیبوں پر گہرے اثرات مرتب کیے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے قومِ نوح کا واقعہ صرف ایک تاریخی یا قدرتی حادثہ نہیں بلکہ ایک عظیم اخلاقی اور اعتقادی سبق بھی ہے۔ قرآن مجید اس واقعے کے ذریعے واضح کرتا ہے کہ جب کوئی معاشرہ مسلسل حق کا انکار، ظلم، فساد اور اخلاقی بگاڑ اختیار کرلیتا ہے اور اصلاح کی تمام کوششوں کو رد کردیتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ مؤاخذہ کا مستحق بن جاتا ہے۔ اسی لیے قوم نوح کا مطالعہ صرف ماضی کے ایک تاریخی واقعے کی تحقیق نہیں بلکہ انسانی تہذیب، مذہب، اخلاق اور سائنسی تحقیق کے باہمی تعلق کو سمجھنے کا ایک اہم ذریعہ بھی ہے۔

8) قرآنِ مجید میں قوم نوح کی تباہی کا بیان

قرآنِ مجید میں حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا واقعہ نہایت جامع، بامقصد اور مختلف سورتوں میں تفصیلی انداز سے بیان ہوا ہے۔ یہ واقعہ محض ایک تاریخی سانحہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنتِ ہدایت، دعوتِ انبیاء، انسان کے اختیار، عدلِ الٰہی اور انجامِ تکذیب کی عملی تصویر ہے۔ قرآن کریم نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت، قوم کی سرکشی، عذاب کے نزول، کشتی کی تیاری، اہلِ ایمان کی نجات اور منکرین کی ہلاکت کے تمام اہم مراحل کو مختلف مقامات پر بیان کیا ہے، جنہیں یکجا کرنے سے اس واقعے کی مکمل قرآنی تصویر سامنے آتی ہے۔

I. حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت اور قوم کی تکذیب

قرآنِ مجید کے مطابق حضرت نوح علیہ السلام کو اپنی قوم کی اصلاح اور توحید کی دعوت کے لیے رسول بنا کر بھیجا گیا۔ آپؑ نے سب سے پہلے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت اور شرک سے اجتناب کی دعوت دی:

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ(9)

"اور یقیناً ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا، تو انہوں نے کہا: اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔"

حضرت نوح علیہ السلام نے شب و روز، علانیہ اور پوشیدہ ہر انداز سے اپنی قوم کو دعوت دی، جیسا کہ سورۃ نوح میں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ لیکن قوم نے حق قبول کرنے کے بجائے تکبر، ضد اور استہزاء کا راستہ اختیار کیا۔ وہ اپنے کانوں میں انگلیاں دیتے، اپنے کپڑوں سے اپنے چہرے ڈھانپ لیتے اور مسلسل اپنی گمراہی پر قائم رہتے تھے:

وَإِنِّي كُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ(10)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم کا انکار محض فکری اختلاف نہیں بلکہ شعوری ہٹ دھرمی اور اخلاقی سرکشی پر مبنی تھا۔

II. عذابِ الٰہی کا فیصلہ

جب حضرت نوح علیہ السلام نے تقریباً نو سو پچاس برس تک مسلسل دعوت دی اور قوم نے ایمان لانے سے انکار کردیا، تو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے آپؑ کو مطلع فرمایا کہ اب اس قوم میں مزید کوئی ایمان نہیں لائے گا:

وَأُوحِيَ إِلَىٰ نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ(11)

"اور نوح کی طرف وحی کی گئی کہ تمہاری قوم میں اب ان لوگوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لائے گا جو پہلے ایمان لا چکے ہیں۔"

یہ اعلان دراصل اس بات کی علامت تھا کہ دعوت کی مہلت ختم ہو چکی ہے اور اب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہونے والا ہے۔

III. کشتی کی تیاری

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی بنانے کا حکم دیا تاکہ اہلِ ایمان کو آنے والے عذاب سے محفوظ رکھا جا سکے:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا(12)

"اور ہماری نگرانی اور ہماری وحی کے مطابق کشتی تیار کرو۔"

حضرت نوح علیہ السلام جب کشتی تیار کرتے تو قوم کے سردار ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس کے جواب میں آپؑ نے فرمایا کہ آج تم ہمارا مذاق اڑا رہے ہو، لیکن عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کن عذاب کس پر آتا ہے (سورۃ ہود: 38–39)۔

IV. طوفان کا آغاز

قرآنِ مجید کے مطابق طوفان کا آغاز ایک غیر معمولی قدرتی کیفیت سے ہوا:

OPEN ACCESS

حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ(13)

"یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ گیا اور تنور ابل پڑا۔"

اسی طرح سورۃ القمر میں فرمایا:

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ، وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا فَالْتَقَى الْمَاءُ عَلَىٰ أَمْرٍ قَدْ قُدِرَ(14)

"پھر ہم نے موسلا دھار بارش کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے، اور زمین سے چشمے جاری کر دیے، پھر دونوں پانی ایک ایسے کام کے لیے مل گئے جو مقدر کیا جا چکا تھا۔"

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ طوفان صرف بارش کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ آسمانی اور زمینی دونوں ذرائع سے پانی کا غیر معمولی اجتماع ہوا، جس نے تباہ کن سیلاب کی صورت اختیار کر لی۔

V. اہلِ ایمان کی نجات اور منکرین کی ہلاکت

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو حکم دیا کہ ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا، اپنے اہلِ ایمان ساتھیوں اور اہلِ خانہ میں سے مستحق افراد کو کشتی میں سوار کر لیں۔ جب کشتی روانہ ہوئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:

بِسْمِ اللَّهِ مَجْرَاهَا وَمُرْسَاهَا(15)

"اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا ہے۔"

قرآن مجید نے حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کا واقعہ بھی بیان کیا، جس نے ایمان نہ لانے کی وجہ سے کشتی میں سوار ہونے سے انکار کیا اور پہاڑ پر پناہ لینے کی کوشش کی، لیکن وہ بھی طوفان میں غرق ہو گیا (سورۃ ہود: 42–43)۔ اس سے قرآن یہ اصول واضح کرتا ہے کہ نجات کا معیار نسب نہیں بلکہ ایمان اور اطاعت ہے۔

VI. طوفان کا اختتام

جب اللہ تعالیٰ کا فیصلہ مکمل ہو گیا تو زمین اور آسمان کو حکم دیا گیا:

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ(16)

"اور حکم دیا گیا: اے زمین! اپنا پانی نگل جا، اور اے آسمان! تھم جا۔ پھر پانی اتر گیا، فیصلہ پورا کر دیا گیا، اور کشتی جودی پہاڑ پر ٹھہر گئی۔"

یہ آیت اس واقعے کے اختتام کو نہایت بلیغ انداز میں بیان کرتی ہے۔ مفسرین کے مطابق "جودی" ایک معروف پہاڑی سلسلہ ہے جسے بعض محققین موجودہ ترکی کے جنوب مشرقی علاقے سے منسلک کرتے ہیں، اگرچہ اس کی قطعی جغرافیائی تعیین پر اہلِ علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

VII. قرآنی تناظر میں قومِ نوح کے واقعات سے ماخوذ اہم نکات

قرآنِ مجید میں بیان کردہ واقعۂ طوفانِ نوح سے چند بنیادی نکات سامنے آتے ہیں:

- یہ عذاب مسلسل دعوت اور اتمامِ حجت کے بعد نازل ہوا۔
- عذاب کا مقصد محض تباہی نہیں بلکہ حق و باطل کے درمیان فیصلہ تھا۔
- طوفان اللہ تعالیٰ کے حکم سے رونما ہونے والا غیر معمولی واقعہ تھا۔
- اہلِ ایمان کی نجات اور منکرین کی ہلاکت عدلِ الٰہی کی عملی مثال ہے۔
- یہ واقعہ آئندہ نسلوں کے لیے نصیحت، عبرت اور ایمان کی دعوت ہے۔

9) طوفانِ نوح کے بارے میں جدید سائنسی تحقیقات

قرآنِ مجید طوفانِ نوح کو محض ایک تاریخی یا قدرتی حادثے کے طور پر پیش نہیں کرتا بلکہ اسے الٰہی سنت، اخلاقی جواب دہی اور انسانی انجام سے مربوط ایک عظیم واقعہ قرار دیتا ہے۔ یہی جامع قرآنی تصور بعد کی سائنسی تحقیقات کے جائزے کے لیے بنیادی معیار فراہم کرتا ہے، کیونکہ کسی بھی سائنسی نظریے کی جانچ اس امر کی روشنی میں کی جا سکتی ہے کہ وہ قرآنی بیانات کے ساتھ کس حد تک موافقت یا عدمِ موافقت رکھتا ہے۔

جدید سائنسی تحقیقات میں **طوفانِ نوح** کے بارے میں کئی نظریات پیش کیے گئے ہیں۔ ان کا مقصد یہ جاننا ہے کہ آیا یہ واقعہ ایک **عالمی (Global)** سیلاب تھا یا کسی مخصوص خطے میں آنے والا **علاقائی (Regional)** عظیم سیلاب۔ تاہم یہ بات اہم ہے کہ **جدید سائنس کسی ایک نظریے پر متفق نہیں**۔ ذیل میں اہم نظریات پیش کیے جاتے ہیں:

I. عالمی سیلاب کا نظریہ (Global Flood Theory)

عالمی سیلاب کا نظریہ (Global Flood Theory) اس موقف پر مبنی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں پوری زمین ایک عظیم سیلاب کی لپیٹ میں آ گئی تھی، جس کے نتیجے میں تمام انسان اور خشکی کے جانور ہلاک ہو گئے، سوائے ان افراد اور جانوروں کے جو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں موجود تھے۔ اس نظریے کی بنیاد بنیادی طور پر بائبل کے ظاہری متن اور بعض مذہبی تعبیرات پر ہے۔ جدید دور میں اس نظریے کو John C. Whitcomb Jr. اور Henry M. Morris نے اپنی معروف کتاب **The Genesis Flood (1961)** کے ذریعے سائنسی

CC BY

انداز میں پیش کیا۔ Whitcomb نے اپنی کتاب *The Genesis Flood* میں عالمی سیلاب کے موقف کو پیش کرتے ہوئے لکھا:

"If a worldwide Flood actually destroyed all men and land animals except those preserved in a special ark constructed by Noah, and increased to such an extent that for a number of months 'all the high mountains that were under the whole heaven were covered' (Gen 7:19), as the Bible plainly declares, then the very foundation of the materialistic, evolutionary framework of modern philosophic scientism is immediately undermined." **(17)**

"اگر ایک عالمی سیلاب نے واقعی تمام انسانوں اور خشکی کے جانوروں کو، سوائے ان کے جو نوح کی تعمیر کردہ خصوصی کشتی میں محفوظ کیے گئے تھے، ہلاک کر دیا تھا، اور پانی اس قدر بلند ہو گیا تھا کہ کئی ماہ تک 'آسمان کے نیچے موجود تمام بلند پہاڑ ڈوب گئے'، جیسا کہ بائبل واضح طور پر بیان کرتی ہے، تو جدید فلسفیانہ سائنٹزم کے مادیت پسند ارتقائی تصور کی بنیادی اساس ہی متزلزل ہو جاتی ہے۔"

تاہم یہ الگ گفتگو ہے کہ جدید ارضیات، حیاتیات، فوسل سائنس اور موسمیاتی علوم کے بیشتر ماہرین اس نظریے سے اتفاق نہیں کرتے۔ ان کے مطابق پوری زمین پر ایک ہی وقت میں ایسا عالمگیر سیلاب ثابت کرنے کے لیے متفقہ سائنسی شواہد موجود نہیں ہیں۔ چٹانی تہوں، فوسل ریکارڈ، برفانی ذخائر اور ارضیاتی تسلسل کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی ساخت ایک طویل تدریجی عمل کا نتیجہ ہے، نہ کہ ایک ہی عالمی سیلاب کا۔

II. علاقائی سیلاب کا نظریہ (Regional Flood Theory)

علاقائی سیلاب کا نظریہ (Regional Flood Theory) جدید آثارِ قدیمہ اور ارضیاتی تحقیق میں نسبتاً زیادہ قبولیت رکھتا ہے۔ کیوں کہ طوفانِ نوح پوری دنیا کا نہیں بلکہ قدیم میسوپوٹیمیا (عراق اور اس کے گردونواح) کا ایک نہایت وسیع اور تباہ کن سیلاب تھا، جس نے اس وقت کی آبادی کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ مشہور آشوریات و آثارِ قدیمہ کے ماہر **Max Mallowan** نے 1964ء میں *Iraq* کے تحقیقی مجلے میں **"Noah's Flood Reconsidered"** کے عنوان سے مفصل مقالہ شائع کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

"During the last decade hydrographers, geographers, and geologists have applied their specialised knowledge to the geophysical systems which condition the life of man in the Mesopotamian plain." (18)

"گزشتہ دہائی کے دوران آب پیمائی، جغرافیہ اور ارضیات کے ماہرین نے ان ارضی طبیعی نظاموں پر اپنی تخصصی تحقیقات کا اطلاق کیا ہے جو میسوپوٹیمیائی میدان میں انسانی زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔"

III. بحیرۂ اسود کا عظیم سیلاب (Black Sea Flood Theory)

بحیرۂ اسود کا عظیم سیلاب (Black Sea Flood Theory) 1997ء میں امریکی ماہرینِ ارضیات **William B. F. Ryan** اور **Walter C. Pitman III** نے پیش کیا۔ ان کے مطابق تقریباً 7600 تا 8400 سال قبل بحیرۂ روم کا پانی آبنائے باسفورس سے گزر کر اچانک بحیرۂ اسود میں داخل ہوا، جس سے وسیع ساحلی علاقے زیرِ آب آ گئے۔ ان دونوں محققین نے اپنی کتاب **Noah's Flood: The New Scientific Discoveries About the Event That Changed History** میں یہ موقف اختیار کیا کہ یہی قدرتی واقعہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کی تاریخی بنیاد ہو سکتا ہے۔ ولیم بی۔ ایف۔ ریان (William B. F. Ryan) اور والٹر سی۔ پٹمین (Walter C. Pitman III) یہ دونوں وہ سائنس دان ہیں جنہوں نے **واضح طور پر** بحیرۂ اسود (Black Sea) کے عظیم سیلاب کو حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے **ممکنہ تاریخی پس منظر** سے جوڑا۔ (19) Ryan اور Pitman نے اپنے نظریے میں یہ موقف پیش کیا کہ بحیرۂ اسود ایک بڑی جھیل تھی اور بعد ازاں بحیرۂ روم کا پانی باسفورس کے راستے اس میں داخل ہوا۔

ان کے نظریے کا خلاصہ بعد کی سائنسی literature میں یوں درج ہے:

"At 7.2 ky BP, saline Mediterranean water from the rising post-glacial world ocean broke through a barrier within the narrow Bosphorus channel and abruptly filled the Pontic basin, submerging more than 100,000 km² of previously exposed shelf." (20)

"تقریباً 7,200 سال قبل، برفانی دور کے بعد عالمی سمندری سطح میں اضافے کے نتیجے میں بحیرۂ روم کا نمکین پانی باسفورس کی تنگ گزرگاہ میں موجود ایک رکاوٹ کو توڑ کر اچانک بحیرۂ اسود کے طاس میں داخل ہوا اور پہلے سے خشک تقریباً ایک لاکھ مربع کلومیٹر سے زیادہ ساحلی میدان کو زیرِ آب کر گیا۔"

IV. برفانی دور کے خاتمے کا نظریہ (Post-Ice Age Flood Theory)

یہ نظریہ اس تصور پر مبنی ہے کہ آخری برفانی دور (Last Ice Age) کے اختتام پر گلیشیئرز کے پگھلنے سے سمندروں کی سطح میں نمایاں اضافہ ہوا، جس کے نتیجے میں دنیا کے مختلف علاقوں میں شدید سیلاب آئے۔ متعدد ماہرینِ موسمیات و ارضیات شامل ہیں، اگرچہ یہ محققین اس بات پر متفق نہیں کہ یہی واقعہ بعینہٖ طوفانِ نوح تھا۔ Ryan اور Pitman اپنے نظریے کی وضاحت کرتے ہوئے *The Independent* نے 1997ء میں رپورٹ کی لکھا ہے کہ:

"Ocean levels would have been lower than today because of the amount of water trapped in glaciers and the colder oceans." (21)

"اس زمانے میں سمندروں کی سطح آج کے مقابلے میں کم تھی، کیونکہ پانی کی ایک بڑی مقدار گلیشیئرز میں منجمد تھی اور سمندر بھی نسبتاً سرد تھے۔"

گویا برفانی دور کے دوران بڑی مقدار میں پانی برف کی صورت میں محفوظ تھا برف پگھلنے کے بعد سمندری سطح بلند ہوئی اور مختلف نشیبی علاقوں میں سمندری پانی داخل ہوا۔

V. میسوپوٹیمیا کے آثارِ قدیمہ کا نظریہ

cc BY

عراق کے قدیم شہروں مثلاً **اُور** (Ur)، **شروپک** (Shuruppak) اور **کِش** (Kish) میں کھدائی کے دوران مٹی کی موٹی تہیں دریافت ہوئیں، جنہیں بعض ماہرین قدیم بڑے سیلابوں کا نتیجہ قرار دیتے ہیں۔(22) نیز کھدائی کے دوران ایک نمایاں سیلابی تہہ دریافت کی۔ ان کی دریافت کو بعد میں قدیم سیلابی روایت کے ساتھ جوڑا گیا۔ Woolley نے حوالے سے لکھا ہے:

"The Flood deposit at Ur is a layer of clean clay, about 12 feet thick, separating the prehistoric levels from the earliest dynastic graves." (23)

"اُور میں سیلابی تہہ تقریباً 12 فٹ موٹی صاف مٹی کی تہہ ہے، جو قبل از تاریخی سطحوں کو ابتدائی شاہی قبروں سے جدا کرتی ہے۔"

مذکورہ بالا بحث سے واضح ہوتا ہے کہ جدید سائنسی نظریات طوفانِ نوح کے ممکنہ قدرتی اسباب اور تاریخی پس منظر کو سمجھنے میں معاون ضرور ہیں، لیکن ان میں سے کوئی نظریہ ایسا نہیں جسے قطعی اور حتمی قرار دیا جا سکے۔ عالمی سیلاب کا نظریہ ارضیاتی شواہد سے مکمل طور پر ثابت نہیں ہوتا، بحیرۂ اسود کا نظریہ اختلافی ہے، جبکہ علاقائی سیلاب کا نظریہ نسبتاً زیادہ قابلِ قبول ہونے کے باوجود براہِ راست حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے کو ثابت نہیں کرتا۔ تاہم ان کا بنیادی مقصد اس واقعے کے جغرافیائی، ارضیاتی اور موسمیاتی پس منظر کو واضح کرنا ہے۔ اگرچہ ان تحقیقات نے قدیم سیلابی واقعات کے بارے میں اہم معلومات فراہم کی ہیں، لیکن ان میں سے کوئی بھی نظریہ ایسا نہیں جو طوفانِ نوح کی تمام قرآنی تفصیلات کی قطعی سائنسی توجیہ پیش کر سکے۔

10) جدید سائنسی نظریات کا تنقیدی جائزہ: قرآنی نقطۂ نظر

قرآنِ مجید حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کو ایک یقینی تاریخی واقعہ قرار دیتا ہے اور اسے اللہ تعالیٰ کی سنتِ جزا و سزا، انبیائے کرام کی دعوت اور منکرینِ حق کے انجام کے تناظر میں بیان کرتا ہے۔ اس لیے اس واقعے کا مطالعہ کرتے وقت قرآن کو بنیادی ماخذ کی حیثیت حاصل ہے، جبکہ جدید سائنسی تحقیقات ثانوی اور معاون کی حیثیت رکھ سکتی ہیں مگر کسی بھی سائنسی نظریے کی قبولیت یا عدم قبولیت کا فیصلہ اس امر کی روشنی میں کیا جانا چاہیے کہ وہ قرآنی بیانات سے کس حد تک ہم آہنگ ہے۔

I. قرآنِ مجید کی تاریخی صداقت

قرآنِ مجید نے حضرت نوح علیہ السلام کے واقعے کو کسی تمثیل یا افسانے کے طور پر نہیں بلکہ ایک حقیقی تاریخی واقعے کے طور پر بیان کیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

إِنَّا أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ(24)

"بے شک ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا۔"

اسی طرح فرمایا:

فَكَذَّبُوهُ فَأَنجَيْنَاهُ وَمَن مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا(25)

"پس انہوں نے نوح کو جھٹلایا، تو ہم نے انہیں اور ان کے ساتھیوں کو کشتی میں نجات دی اور ان لوگوں کو غرق کر دیا جنہوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا۔"

یہ آیات واضح کرتی ہیں کہ قرآن کی نظر میں طوفانِ نوح ایک حقیقی تاریخی واقعہ ہے، جس میں اہلِ ایمان کو نجات اور منکرین کو عذاب ملا۔

II. سائنسی نظریات کی حیثیت

اسلامی نقطۂ نظر سے سائنسی نظریات قطعی حقائق نہیں بلکہ مشاہدات اور تجربات کی بنیاد پر قائم ہونے والے قابلِ نظرِ ثانی (Tentative) علمی نتائج ہوتے ہیں۔ اس لیے اگر کوئی سائنسی نظریہ قرآنی بیان سے مطابقت رکھتا ہو تو اسے ایک ممکنہ سائنسی توجیہ کے طور پر قبول کیا جا سکتا ہے، لیکن اسے وحی پر حاکم نہیں بنایا جا سکتا۔

III. عالمی یا علاقائی سیلاب؟

جدید سائنس میں عالمی اور علاقائی سیلاب کے نظریات پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ قرآنِ مجید نے اس مسئلے پر ایسی صراحت نہیں کی کہ ہر زمانے کے تمام انسان زمین کے ہر خطے میں موجود تھے یا نہیں، بلکہ اس کا اصل زور قومِ نوح کے انکار، عذاب اور اہلِ ایمان کی نجات پر ہے۔

قرآن فرماتا ہے:

مِّمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا(26)

"اپنی خطاؤں کے سبب وہ غرق کر دیے گئے۔"

اس آیت میں عذاب کا سبب **گناہ اور تکذیب** کو قرار دیا گیا ہے، نہ کہ سیلاب کی جغرافیائی وسعت کو۔ اس لیے قرآن کا اصل مقصد سیلاب کے حجم کی تعیین نہیں بلکہ اس کے اخلاقی اور اعتقادی اسباق کو اجاگر کرنا ہے۔

IV. طوفان کا معجزاتی پہلو

قرآنِ مجید کے مطابق طوفان صرف ایک معمولی موسمی تبدیلی نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رونما ہونے والا ایک غیر معمولی واقعہ تھا:

فَفَتَحْنَا أَبْوَابَ السَّمَاءِ بِمَاءٍ مُّنْهَمِرٍ ، وَفَجَّرْنَا الْأَرْضَ عُيُونًا(27)

"پھر ہم نے موسلا دھار پانی کے ساتھ آسمان کے دروازے کھول دیے، اور زمین سے چشمے پھوڑ دیے۔"

یہ آیات بتاتی ہیں کہ پانی صرف بارش سے نہیں آیا بلکہ زمین کے اندر سے بھی پانی کا غیر معمولی اخراج ہوا۔ یہ کیفیت ایک غیر معمولی الٰہی تصرف کی طرف اشارہ کرتی ہے، جسے صرف موجودہ سائنسی قوانین کے ذریعے مکمل طور پر بیان کرنا ممکن نہیں۔

V. سائنسی تحقیق کی حدود

قرآنِ مجید انسان کو کائنات میں غور و فکر کی دعوت دیتا ہے:

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا(28)

"کہہ دیجیے! زمین میں چلو پھر دیکھو۔"

یہ آیت سائنسی تحقیق کی طرف اشارہ کرتی ہے، لیکن اس کے ساتھ قرآن یہ بھی واضح کرتا ہے کہ بعض حقائق غیب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا علم اللہ تعالیٰ کے پاس ہے:

وَمَا أُوتِيتُم مِّنَ الْعِلْمِ إِلَّا قَلِيلًا(29)

"اور تمہیں علم میں سے بہت ہی تھوڑا دیا گیا ہے۔"

لہٰذا اگر موجودہ سائنس طوفانِ نوح کی تمام تفصیلات بیان نہ کر سکے تو اسے قرآن کی نفی نہیں سمجھا جا سکتا، بلکہ اسے انسانی علم کی محدودیت پر محمول کیا جائے گا۔

11) حاصل بحث و نتائج

قرآنی نقطۂ نظر سے سائنسی تحقیقات سے استفادہ کرنا مفید ہے، لیکن قرآن کو سائنسی نظریات کے تابع کرنا درست نہیں۔ تاریخ شاہد ہے کہ بہت سے سائنسی نظریات وقت کے ساتھ تبدیل ہوئے ہیں، جبکہ قرآنِ مجید کا متن چودہ صدیوں سے محفوظ اور غیر متبدل ہے۔ اس لیے درست علمی منہج یہ ہے کہ سائنسی تحقیقات کو قرآن کے فہم میں معاون کے طور پر استعمال کیا جائے، نہ کہ قرآن کی صداقت کو سائنسی نظریات کی تبدیلی سے وابستہ کیا جائے۔ قرآنی نقطۂ نظر سے طوفانِ نوح ایک یقینی تاریخی اور الٰہی واقعہ ہے، جس کا بنیادی مقصد انسان کو توحید، اطاعتِ الٰہی اور انجامِ تکذیب سے آگاہ کرنا ہے۔ جدید سائنسی نظریات اس واقعے کے بعض طبیعی اور تاریخی پہلوؤں کی وضاحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں، لیکن وہ نہ اس واقعے کی مکمل تعبیر پیش کر سکتے ہیں اور نہ ہی قرآنی بیانات کے متبادل بن سکتے ہیں۔ اس لیے ایک متوازن تحقیقی موقف یہی ہے کہ قرآنِ مجید کو بنیادی ماخذ اور جدید سائنسی تحقیقات کو معاون ذریعہ سمجھتے ہوئے دونوں کا تنقیدی اور تقابلی مطالعہ کیا جائے۔ یہی منہج اسلامی علمی روایت، اصولِ تفسیر اور معاصر تحقیق کے تقاضوں سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔ قرآنِ مجید کے مطابق قومِ نوح کی تباہی کا بنیادی سبب ان کا کفر، شرک اور حضرت نوح علیہ السلام کی مسلسل تکذیب تھی، جبکہ سیلاب اس عذاب کا ظاہری ذریعہ تھا۔ اس کے برعکس جدید سائنس اخلاقی یا الٰہی اسباب پر کوئی فیصلہ نہیں کرتی، بلکہ صرف سیلاب کے طبیعی، ارضیاتی اور موسمیاتی اسباب کی تحقیق کرتی ہے۔ لہٰذا سائنس نہ قرآن کے بیانِ عذاب کی تائید نہیں کرتی کیونکہ یہ اس کے دائرہ میں داخل اختیار میں ہی نہیں کیوں کہ جدید سائنس نظریات ان کے ارضیاتی شواہد تلاش کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ گویا قرآن اس کی غائی اور اخلاقی علت بیان کرتا ہے، جبکہ سائنس اس کے ممکنہ طبیعی اسباب کی تحقیق کرتی ہے۔

---

(1) ۔القشیری، مسلم بن حجاج، الصحیح، کتاب الإیمان، دارالسلام، الریاض، 1998ء، حدیث:194

(2) ۔سورۃ نوح:23

(3) ۔الطبری، محمد بن جریر، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، ناشر: مرکز البحوث والدراسات العربیہ والاسلامیہ، القاہرہ، مصر، 1322ھ، ج22، ص:303

(4) ۔Mallowan, M. E. L. “Noah’s Flood Reconsidered.” *Iraq*, Vol. 26, No. 2, 1964, pp. 62–82.

(5) ۔Raikes, R. L. “The Physical Evidence for Noah’s Flood.” *Iraq*, Vol. 28, No. 1, 1966, pp. 52–63.

(6) ۔سورۃ ہود:27

(7) ۔سورۃ الاعراف:59

(8) ۔سورۃ العنکبوت:14

(9) ۔سورۃ الاعراف:59

(10) ۔سورۃ نوح:7

(11) ۔سورۃ ہود:36

(12) ۔سورۃ ہود:37

(13)۔ سورۃ ہود:40

(14)۔ سورۃ القمر:11–12

(15)۔ سورۃ ہود:41

(16)۔ سورۃ ہود:44

(17)۔Whitcomb, John C., Jr., and Henry M. Morris. *The Genesis Flood: The Biblical Record and Its Scientific Implications*. Philadelphia: Presbyterian and Reformed Publishing Company, 1961, p.391

(18)۔Woolley, C. Leonard, *Ur Excavations*, Vol. IV, British Museum, 1955,pg 354

(19)۔Ryan, William B. F., and Walter C. Pitman. *Noah's Flood: The New Scientific Discoveries About the Event That Changed History*. New York: Simon & Schuster, 1998. P 227

(20)۔Yanko-Hombach, Valentina et al., "Controversy over the Great Flood Hypotheses," *Quaternary International*, Vol. 167–168, 2007.

(21)۔Ryan, William B. F., & Pitman, Walter C. III. *Noah's Flood: The New Scientific Discoveries About the Event That Changed History*. New York: Simon & Schuster, 1998, 251

(22)۔ Jacobsen, Thorkild, *The Sumerian King List*. University of Chicago Press, 1939. Pg 203

(23)۔Woolley, C. Leonard, *Ur of the Chaldees: A Record of Seven Years of Excavation*, London: Ernest Benn, 1929, pg 226

(24)۔ سورۃ نوح:1

(25)۔ سورۃ الأعراف:64

(26)۔ سورۃ نوح:25

(27)۔ سورۃ القمر:11–12

(28)۔ سورۃ العنکبوت:20

(29)۔ سورۃ الإسراء:85